حلال کی برکت اور حرام کی نحوست

از: مولانا یرید احمد نعمانی

یَا أَیُّهَا النَّاسُ کُلُواْ مِمَّا فِی الأَرْضِ حَلاَلاً طَیِّباً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ إِنَّهُ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ(۱۶۸) إِنَّمَا یَأْمُرُکُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاء وَأَن تَقُولُواْ عَلَی اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ(۱۶۹) ......(سورۃ البقرۃ)

ترجمہ:’’اے لوگو! زمین میں جو کچھ حلال پاکیزہ چیزیں ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ یقین جانو کہ وہ تمہارے لیے ایک کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تم کو یہ حکم دے گا کہ تم بدی اور بے حیائی کے کام کرو اور اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔‘‘ (آسان ترجمۂ قرآن)

تشریح وتوضیح

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ پہلی آیت مبارکہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ’’اہل عرب بت پرستی کرتے تھے اور بتوں کے نام پر سانڈ بھی چھوڑتے تھے اور ان جانوروں سے نفع اٹھانا حرام سمجھتے تھے۔ یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے؛ کیوں کہ تحلیل وتحریم کا منصب اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ اس بارے میں کسی کی بات ماننی گویا اس کو اللہ کا شریک بنانا ہے؛ اس لیے اس سے پہلی آیات (۱۶۵-۱۶۷) میں شرک کی خرابی بیان فرما کر اب تحریم حلال سے ممانعت کی جاتی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ زمین میں پیدا ہوتا ہے، اس میں سے کھاؤ بشرطیکہ وہ شرعاً حلال اور طیب ہو، نہ تو فی نفسہ حرام ہو، جیسے مردار اور خنزیز اور **ما اهل به لغیر الله** (جن جانوروں پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور اس کی قربت مقصود ان جانوروں کے ذبح سے ہو) اور نہ کسی امر عارضی سے اس میں حرمت آگئی ہو۔ جیسے غصب، چوری، رشوت، سود کا مال کہ ان سب سے اجتناب ضروری ہے۔ اور شیطان کی پیروی ہرگز نہ کرو کہ جس کو چاہا حرام کرلیا جیسے بتوں کے نام کے سانڈ وغیرہ اور جس کو چاہا حلال کرلیا جیسے **ما اهل به لغیر الله** وغیرہ۔‘‘ (تفسیر عثمانی: ص ۳۱)

’’**و ان تقولوا علی الله مالا تعلمون**‘‘ کے ذیل میں حضرتؒ فرماتے ہیں: ’’یعنی مسئلے

اوراحکام شرعیہ اپنی طرف سے (نہ) بنالو۔ جیسا کہ بہت سے مواقع میں دیکھا جاتا ہے کہ مسائل جزئیہ سے گزرکرامور اعتقادیہ تک نصوص شرعیہ کو چھوڑ کر، اپنی طرف سے احکام تراشے جاتے ہیں اورنصوص قطعیہ اوراقوال سلف کی تحریف اورتغلیط کرتے ہیں۔'' (حوالہ بالا)

آیات.... حدیث نبوی کے آئینے میں

اس مقام پر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ عیاض بن حمارؓ کے حوالے سے ایک حدیث قدسی نقل کرتے ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے بندوں کو جو مال دیا ہے، وہ ان کے لیے حلال ہے۔ (اسی حدیث میں آگے فرمایا گیا) میں نے اپنے بندوں کو دین حنیف (کفروشرک سے بیزاراوراسلام کی طرف مائل دین) پر پیدا کیا۔ بعد میں شیاطین ان کے پاس آئے اوراُن کوان کے دین سے متعلق گمراہ کر کے رکھ دیااور جو چیزیں میں نے اپنے بندوں کے لیے حلال کررکھی تھیں، وہ ان پرحرام کردیں۔'' (ابن کثیر: ۱/ ۲۶۷)

کسب حلال اور رزق طیب کی بے شمار برکات ہیں۔ جب لقمہ حلال انسان کے پیٹ میں جاتا ہے تو اس سے خیر کے امور صادر ہوتے ہیں، بھلائیاں پھیلتی ہیں، وہ نیکیوں کی اشاعت کا سبب بنتا ہے۔ اس کے برعکس حرام غذاانسانی جسم کو معطل کردیتی ہے۔ نورایمانی بجھ جاتا ہے، دل کی دنیا ویران وبنجر ہوجاتی ہے۔ شیطان اس کے قلب پر قابض ہوجاتا ہے۔ پھر ایسا شخص معاشرے کے لیے موذی جانور بن جاتا ہے۔ جس منہ کو حرام کی لت لگی ہو، اس سے بھلاامور خیر کیسے اور کیوں کرانجام پاسکتے ہیں۔ حلال وحرام کا یہ کھلا فرق اس حدتک اثر انداز ہوتا ہے کہ طیب وپاکیزہ کمائی کھانے والا عنداللہ مقبول ومستجاب بن جاتا ہے؛ جب کہ حرام وخبیث کو جزو بدن بنانے والا، اللہ تعالیٰ کے ہاں مردودومطرود ٹھہرتا ہے۔ اسی بات کو کئی احادیث مبارکہ میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ آیت (یا ایھا الناس کلوا الخ) اللہ کے حبیب علیہ السلام کے روبروتلاوت کی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اورفرمایا: ''یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مستجاب الدعوات بننے کی دعا فرمادیں۔'' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اے سعد! اپنا کھانا پاکیزہ اورحلال رکھو۔ تم مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے! حقیقت یہ ہے کہ جو آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس دن تک (اس کی عبادات) قبول نہیں کی جاتیں۔ جس بندے کی نشوونما حرام اور سود کے مال سے ہوئی ہو، جہنم کی

آگ اس کے زیادہ لائق ہے۔“(ابن کثیر:۱/۲۶۷)

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں، جوحضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال حرام کی قباحت وشناعت کواس انداز میں ذکرفرمایا:”بے شک اللہ تعالی پاک ہیں اور پاکیزہ مال ہی قبول فرماتے ہیں۔اوراللہ رب العالمین (اپنے) مومن بندوں کوبھی اسی چیز کا حکم دیتے ہیں، جس کا حکم اپنے پیغمبروں کو دیا۔ پھرآپ علیہ السلام نے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت فرمائیں :**یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا** (اے رسولو! پاکیزہ اورحلال چیزیں کھاؤاور نیک عمل کرو)....**یا ایھا الذین امنوا کلوا من الطیبات ما رزقنکم** (اے اہل ایمان !جو رزق ہم نے تمھیں دیاہے، اس میں سے پاکیزہ اشیاء کھاؤ)

اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کا تذکرہ فرمایا جو لمبے سفر میں پراگندہ حال اورغبارآلود (ہوتا) ہے۔اوروہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاکر دعا مانگتے ہوئے کہہ رہاہو”اے میرے رب! اے میرے رب!“ جب کہ (حقیقت حال یہ ہوکہ) اس کا کھانا، پینا اوراوڑھنا (سب) حرام ہے۔اورحرام کی غذا اسے مل رہی ہوسواس حالت میں اس کی دعائیں کیسے قبول ہوسکتی ہیں؟“ (مشکوٰۃ:۲۴۱)

دیکھا جائے تو آج اکثر وبیشتر زبانوں پہ یہ شکوہ رہتاہے کہ ”اتنی دعائیں مانگتے ہیں پھربھی ہماری حالت تبدیل نہیں ہوتی“؛ حالاں کہ تھوڑے تدبر وتفکر سے کام لیا جائے تو ہمیں اپنے معاشرہ اورماحول میں کسب حلال کی فکروسوچ ہی مفقودنظرآتی ہے إلاّ ماشاء اللّٰہ۔عمومی فضا یہ بن چکی ہے کہ خواہشات کوضروریات کا درجہ دے دیا گیاہے؛ جب کہ انسانی خواہش توبحر بے کنار کی مانندہے۔ دنیا میں ہرآرزو اورتمنا پوری ہوجائے یہ ناممکن ہے۔مستزاد یہ کہ ان لامحدود تمناؤں کو پورا کرنے کے لیے ہمارے درمیان ایک دوڑ لگی ہوئی ہے۔ایک ہی خاندان میں شوہر کی خواہشیں الگ ہیں بیوی کی الگ ۔اولاد کسی اور چیز کے حصول کی امیدیں لگائی بیٹھی ہے توماں باپ کسی دوسری فکرمیں ہلکان ہوئے جارہے ہیں، مال جمع کیا جارہاہے۔اوراس میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ذریعہٴ آمدنی حلال ہے یا حرام، جائز ہے یا ناجائز، طیب ہے یا خبیث، حدودِ شرع کے اندرہے یاباہر۔یہ بالکل وہی صورت حال ہے، جسے ہمارے پیارے نبی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سوبرس قبل بیان فرمایا تھا۔آپ علیہ السلام کاارشادمبارک ہے:”لوگوں پرایک زمانہ ایسا آئے گا، جس میں انسان اس بات کی طرف دھیان نہیں دے گا کہ وہ جو مال حاصل کررہاہے؛ حلال ہے یا حرام۔“(مشکوٰۃ:۲۴۱)

جب انسان اکلِ حلال کو نظر انداز کردیتا ہے۔ صبر وقناعت ، زہد وایثار اور جفاکشی کی جگہ حرص وہوس اور عیش کوشی کو اپنا مطمحِ نظر بنالیتا ہے تو اللہ رب کریم کی طرف سے نازل ہونے والی برکت ختم ہوجاتی ہے۔ جس کے بعد کثرت بھی قلت محسوس ہونے لگتی ہے۔ ایسے شخص کو قارون کا خزانہ بھی مل جائے تو وہ اسے کم تر جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جب اپنے ناپاک مال میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ یہ حرام بینک بیلنس جب تک اس کی ملکیت میں پڑا رہتا ہے، اس کے لیے دوزخ کی راہ ہموار کرتا رہتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث مبارکہ میں اس حوالے سے یوں ارشاد فرمایا: ”بندہ مال حرام کما کر (جب) اس میں سے اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح (جب وہ مال حرام اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے تو) اس میں اس کے لیے برکت پیدا نہیں کی جاتی۔ اور (اگر) اس مال حرام کو (ذخیرہ کی نیت سے) اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے تو وہ اس کے لیے جہنم کا زادِ راہ بن جاتا ہے۔ یادرکھو! اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں؛ بلکہ اچھائی سے برائی کو مٹاتے ہیں؛ کیوں کہ خبیث چیز خبیث کو نہیں ختم کرسکتی۔“ (مشکوٰۃ:۲۴۲)

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نوراللہ مرقدہ مذکورہ حدیث مبارکہ کے آخری جملے کی تشریح میں لکھتے ہیں: ”حرام مال سے صدقہ اور انفاق گناہ ہے اور یہ اُس گناہ کو نہیں مٹاسکتا جو کسب حرام سے حاصل ہوا ہے۔“ (حاشیہ مشکوٰۃ:۲۴۲)

نکات ومعارف

۱......”السوء والفحشاء“

آیت مبارکہ میں آنے والے ان دونوں لفظوں میں لغوی اعتبار سے کیا فرق ہے؟ اس کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”سوء“ وہ چیز جس کو دیکھ کر عقلمند شریف آدمی کو دکھ ہو۔ ”فحشاء“ بے حیائی کا کام۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس جگہ ”سوء“ سے مراد مطلق معصیت اور ”فحشاء“ سے مراد گناہ کبیرہ ہے۔“ (معارف القرآن:۱/۴۱۱)

۲......اِنَّمَا یأمرُکُمْ

شیطان کے امر اور حکم کرنے سے مراد دل میں وسوسہ ڈالنا ہے۔ جیسا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم کے بیٹے کے قلب میں ایک شیطانی الہام واثر ہوتا ہے اور دوسرا فرشتہ کی طرف سے۔ شیطانی وسوسہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ برے کام کرنے کے فوائد اور مصالح سامنے آتے ہیں اور حق کو جھٹلانے کی راہیں کھلتی ہیں اور الہام

فرشتہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ خیر اور نیکی پر انعام وفلاح کا وعدہ اور حق کی تصدیق پر قلب مطمئن ہوتا ہے۔ (معارف القرآن:۱/۴۱۱)

۳...... خُطُوَاتِ الشیطان

حضرت قتادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی ہر نافرمانی "خطوات الشیطان" ہے۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں: ''اس سے مراد شیطانی وساوس ہیں'' ابومجلزؒ فرماتے ہیں: ''اس سے مقصود گناہ کی نذر ہے۔'' حضرت شعبی فرماتے ہیں: ''ایک آدمی نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے گا۔ حضرت مسروقؒ نے اسے ایک مینڈھا ذبح کرنے کا فتوی دیا اور فرمایا کہ یہ خطوات الشیطان میں سے ہے۔'' (ابن کثیر:۱/۲۶۷)

٤...... إنَّهٗ لَكُمْ عدوٌ مبين

یہاں ایک چھوٹا سا اشکال یہ ہے کہ زیر بحث آیت مبارکہ میں شیطان کو انسان کا کھلا دشمن کہا گیا ہے؛ لیکن دوسرے مقام پر فرمایا گیا: ''والذين كفروا أولياؤهم الطاغوت'' یعنی شیاطین کافروں کے دوست ہیں۔ ان دونوں باتوں میں بہ ظاہر تعارض ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے تفسیر مدارک کے مصنف رقم طراز ہیں: ''شیطان حقیقت میں تو انسان کا دشمن ہی ہے؛ لیکن ظاہراً دوست ہے۔ ظاہری طور پر وہ انسانوں کو اپنی دوستی دکھاتا ہے اور ان کے لیے بدی کے اعمال کو مزین وآراستہ کرتا ہے، مگر حقیقت میں اس طرح وہ ان کی تباہی وبربادی کا سامان کررہا ہوتا ہے۔'' (مدارک:۱/۹۷)

حاصل کلام

یہ ہے کہ حلت وحرمت انسانی ذہن کی اختراع نہیں؛ بلکہ یہ خالصتاً وحی پر مبنی ہے۔ شریعت مطہرہ جس امر کو حلال بتائے وہ طیب وطاہر اور جسے حرام قرار دے وہ ممنوع وناجائز ہے۔ جو کوئی شریعت کے معاملے میں عقل پرستی سے کام لے گا وہ شیطان کے راستے پر ہے۔ حیات مستعار میں کسب معاش اور شکم پری کے لیے پاکیزہ کمائی کے اسباب ڈھونڈنے اور اختیار کرنے چاہئیں۔ حرام خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس سے پرہیز کرنا چاہیے؛ کیوں کہ صرف اور صرف طیب غذا سے معاشرہ سدھار کی طرف جاتا ہے، دعائیں قبول ہوتی ہیں، برکات نصیب ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حرام کے لقمہ سے محفوظ اور حلال کی قدر ومنزلت نصیب فرمائیں۔ آمین

❁ ❁ ❁